اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ایک مرد اپنی بیوی کے پاس کسی دوسرے مرد کو بحالت زنا دیکھ لے۔ اور اس کے پاس اپنے علاوہ کوئی گواہ نہ تو وہ اور اس کی بیوی دونوں عدالت کے سامنے پیش ہونگے۔ مرد شہادت کے طور پر پانچ قسمیں کھائے گا۔ اور اگر عورت اس الزام کو جھٹلانا چاہتی ہے تو وہ بھی پانچ قسمیں کھائے گی اور اس کے بعد یہ دونوں ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے۔ سورۃ نور میں ارشاد ہے:

> وَالذِينَ يرْمُونَ ازواجَهُم وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَداءُ اِلآَّ انفُسَهُم فَشَهَادةُ اَحَدِهِم اَربَعُ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهُ لَمِنَ الصّٰدِيقِين۔ وَيَدْرَوا عَنهَاالْعَذاَبَ اَنْ تَشْهَدَ اَربَع شَهٰدٰتٍ بِاللهِ اِنهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ۔ وَالْخَامِسَةُ اَنْ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ۔ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيهَا اِنْ كَانَ مِن الصّٰدِقِين۔

> ”جو لوگ اپنی بیویوں پر الزام لگائیں اور ان کے پاس خود ان کے اپنے سوا دوسرے کوئی گواہ نہ ہوں۔ تو ان کی گواہی کا طریقہ یہ ہے کہ چار بار اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ ان پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹے ہوں اور عورت سے سزا اس طرح ٹل سکتی ہے کہ وہ چار بار اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ یہ شخص جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ مجھ پر اللہ کا غضب ہو اگر یہ شخص سچا ہو۔“ (سورہ نور-24، آیت 6-9)

اگلا سوال یہ ہے کہ قرآن مجید کے مطابق طلاقوں کے بعد عدت کے دوران (عام عورتوں کے لئے تین دفعہ ایام ماہواری آنے تک اور حاملہ عورتوں کی صورت میں وضع حمل تک ہے) شوہر نان ونفقہ کا ذمہ دار ہے۔ لیکن کیا تیسری دفعہ طلاق (جس کے بعد رجوع کی اجازت نہیں) کے بعد بھی اس مدت تک خاتون اپنے سابقہ شوہر کے گھر میں رہ سکتی ہے اور وہ خاتون کے نان ونفقہ کا ذمہ دار ہے؟

اس ضمن میں دو موقف ہیں۔ ایک یہ کہ تیسری طلاق کے بعد مرد پر عورت کے ضمن میں نان نفقہ کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ ”پس جب وہ اپنی مدت کو پہنچ جائیں تو ان کو یا تو دستور کے مطابق نکاح میں رکھو یا دستور کے مطابق جدا کر دو“ سے معلوم ہوتا ہے کہ نان ونفقہ آخری طلاق کے بعد نہیں ہے۔ اسلئے کہ اس کے بعد نکاح میں رکھنے کا کوئی سوال

نہیں ہے۔ اس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید جب نان ونفقہ کی بات کرتا ہے تو ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ ''تم نہیں جانتے۔ شاید اللہ اس کے بعد کوئی اور صورت پیدا کر دے۔'' اس سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ شوہر اور بیوی کو ایک ہی گھر میں یکجا رہنے کا حکم اس وجہ سے دیا گیا ہے کہ اصلاح احوال کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔ اور ظاہر ہے کہ تیسری طلاق کے بعد ایسی کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ فاطمہ بنت قیس کی ایک مشہور روایت، جو احادیث کی کئی مستند کتابوں میں آئی ہے کے مطابق جب ان کے خاوند نے انہیں تیسری طلاق دے دی تو وہ حضورؐ کے پاس سکونت ونفقہ کے بارے میں حاضر ہوئیں۔ مگر حضورؐ نے انہیں سکونت ونفقے کا حق دار نہیں ٹھہرایا اور انہیں ایک اور صحابی کے ہاں جا کر اپنی عدت پوری کرنے کا حکم دیا۔

ہمارے نزدیک یہ تینوں دلائل بہت مضبوط نہیں ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ سورۃ طلاق میں آیت نمبر ایک اور دو کے بعد خاتمہ کلام سے پہلے آیت نمبر چھ میں ایک دفعہ سکونت ونفقہ کی بات دہرائی گئی ہے۔ اس تکرار کا مقصد یہی ہے کہ عورت کا یہ حق پوری طرح واضح ہو جائے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی یہ بات کہ ''تم نہیں جانتے اللہ اس کے بعد کوئی اور صورت پیدا کر دے'' یہ ایک بڑی وسیع بات ہے۔ تیسری طلاق مرد اور عورت دونوں کے لئے نئے راستے کھول دے گا۔ اس میں یہ اشارہ بھی مضمر ہے کہ اس عبوری اور ہنگامی مدت میں عورت کے لئے سکونت ونفقہ کی ضرورت بہر حال لاحق ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اگر پروردگار کو یہ کہنا ہوتا کہ تیسری طلاق کے بعد کوئی سکونت ونفقہ نہیں ہے۔ تو یہ بات قرآن مجید میں واضح طور پر نازل ہو جاتی۔ جہاں تک فاطمہ بنت قیس کا تعلق ہے۔ اگرچہ یہ روایت سند کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے تاہم اس روایت کو حضرت عمرؓ اور حضرت عائشہؓ جیسے اکابر نے بھی ماننے انکار کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ہم کتاب اللہ کی ایک آیت اور رسول اللہؐ کی سنت کو تو ایک عورت کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتے جس نے معلوم نہیں کیا یاد رکھا اور کیا بھول گئی۔ میں نے خود رسول اللہؐ سے سنا ہے کہ تیسری دفعہ طلاق والی عورت کے لئے سکونت کا حق بھی ہے اور نفقہ کا بھی''۔

حضرت عمرؓ کی یہ روایت احادیث کی دوسری کتابوں کے ساتھ ساتھ صحیح مسلم میں بھی درج ہے۔ حضرت عائشہؓ کے خیال میں بھی فاطمہ بنت قیس نے موقعہ ومحل سے ہٹ کر بات کو سمجھا تھا۔ اسی لئے حضرت عائشہ کہتی تھیں ''فاطمہ کی حدیث کا ذکر نہ کرو تو اچھا ہے۔ اس حدیث کے بیان کرنے میں اس کے لئے کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ فاطمہؓ کو کیا ہو گیا ہے۔ کیا وہ خدا سے نہیں ڈرتی'' (صحیح بخاری)

مختلف دوسری روایات سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ فاطمہ بنت قیس تیز زبان اور بدزبان تھیں۔ اسی لئے اُن کا معاملہ عام قانون سے ہٹ کر ہوا۔

درج بالا بحث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تیسری طلاق کے بعد بھی خاتون کیلئے عدت کے دوران میں سکونت اور نفقہ کا حق موجود

ہے۔

اگلا سوال یہ ہے کہ کیا طلاق کے بعد خاتون کے حقوق کے مداوا اور حفاظت کے لئے کوئی قانون سازی کی جاسکتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کہ اس ضمن میں اسلام نے بنیادی اصول دے کر تفصیلی قانون سازی کو وقت اور حالات پر چھوڑ دیا ہے۔ دراصل ہر زمانے کے حالات مختلف ہوتے ہیں۔ اسلئے یہ ضروری ہے کہ ہر زمانے میں مختلف قانون بنایا جائے۔ قرآن مجید نے اس ضمن میں یہ اصول دیا ہے کہ جب بھی عورت کو طلاق دی جائے تو ''فامساك معروف اور تسريح باحسان'' ''پھر دستور کے مطابق یا تو روک لینا ہے یا احسان کے ساتھ رخصت کر دینا ہے'' آگے سورۃ طلاق میں ارشاد ہے:

فاذا بلغن احلهن فامسكوهن بمعروف او فارقوهن بمعروفٍ

''پس جب عدت کی مدت ختم ہو جائے تو ان کو یا دستور کے مطابق نکاح میں رکھو یا دستور کے مطابق جدا کر دو'' (طلاق آیت 2)

درج بالا آیات میں دو الفاظ اہم ہیں ایک احسان اور دوسرا معروف۔ احسان کا مطلب ہے کسی کام کو بہترین طریقے پر کرنا۔ جس سے دوسرا شخص پوری طرح مطمئن اور راضی ہو۔ معروف ایک بہت وسیع لفظ ہے جس کا مطلب ہے کہ ہر وہ بھلائی، نیکی اور صحیح کام جسے دین نے نیکی کا کام قرار دیا ہو یا جو عقل اور انسان کے اجتماعی تجربہ و مشاہدہ کے تحت بھلائی قرار پائے۔ اس کے تحت ہر معقول قانون، رواج اور آئین کو بھی معروف کہتے ہیں۔

گویا قرآن مجید کی ہدایت یہ ہے کہ آخری طلاق کے ضمن میں ہر زمانے میں اپنے حالات کے اعتبار سے ایسا مناسب طریقہ اختیار کیا جائے جس میں عورت اور اس کے حقوق اور اس کے مستقبل کی پوری حفاظت ہو۔ اگر سوسائٹی کے اندر خود بخود ایسا رواج قائم ہو جس کے تحت ایسی عورت کو کوئی دشواری نہ ہو تو مزید قانون سازی کی کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر ایسا نہ ہو تو پھر اس ضمن میں صحیح قانون سازی کرنا اور اس پر عمل درآمد کو یقینی بنانا ''معروف'' کے تحت ریاست کی ذمہ داری ہے۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضورؐ کے وقت میں معاشرے میں اس مقصد کے لئے کسی نئی قانون سازی کی ضرورت نہیں تھی۔ ہر مطلقہ عورت کو عدت کے فوراً کئی لوگوں کی طرف سے رشتوں کی پیش کش ہوتی۔ اور وہ ان میں سے کسی سے شادی کر لیتی تھی۔ اس وقت کی سوسائٹی میں مطلقہ خاتون کے لئے فوراً شادی کرنا نہایت مستحسن سمجھا جاتا تھا۔ اور مرد بھی کسی مطلقہ خاتون سے شادی کو عار نہیں سمجھتے تھے۔ کتب احادیث میں ایسی بیسیوں صحیح روایات موجود ہیں اور تاریخ کی کتابوں میں ایسے سینکڑوں واقعات موجود ہیں جن سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

لیکن آج کی برصغیر کی مسلم سوسائٹی کی صورتحال بالکل مختلف ہے۔ یہاں مطلقہ ہونا ایک بڑا عیب سمجھا جاتا ہے۔ عموماً اسے کوئی مرد قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتا۔ اور عام طور پر اسے طلاق بھی ایسے وقت میں دی جاتی ہے جب اس کے ماں باپ بہت بوڑھے یا

مر چکے ہوتے ہیں اور اس کے سب بہن بھائیوں نے اپنے گھر بسائے ہوئے ہوتے ہیں۔ یوں وہ اس بھری دنیا میں تنہا اور بے یار و مددگار ہو کر حسرت و یاس کی ایک تصویر بن جاتی ہے۔ چنانچہ یہ لازم ہے کہ اس کے مستقبل کے لئے مناسب قانون سازی کی جائے۔ ایسی قانون سازی کی دو شکلیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ جب تک عورت اگلی شادی نہ کرے تب تک پہلے خاوند پر ماہانہ کچھ رقم مقرر دی جائے اور دوسرا طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ مرد طلاق کے وقت ایک معقول رقم عورت کے حوالے کر دے۔ پہلا طریقہ اسلام کی روح سے زیادہ مطابقت نہیں رکھتا۔ اس لئے کہ اس میں عورت کو یہ ترغیب ملتی ہے کہ وہ دوسری شادی نہ کرے۔ جب کہ اسلامی معاشرے کی روح یہ ہے کہ ہر بالغ مرد و عورت کو شادی کر لینی چاہیئے۔ مزید یہ کہ اس میں عورت مستقل طور پر پہلے خاوند پر dependent رہتی ہے۔ پرانی یادیں اس کا پیچھا نہیں چھوڑتیں اور وہ اپنی صلاحیتوں کے مطابق زندگی میں آگے بڑھنے کے لئے مناسب منصوبہ بندی نہیں کر سکتی۔ چنانچہ دوسرا طریقہ ہی زیادہ مناسب ہے۔ یعنی یہ کہ یہ قانون بنایا جائے کہ تیسری طلاق کے وقت قانون کی رو سے مرد پر ایک کم از کم رقم تو فوری طور پر دینا لازم قرار دیا جائے۔ اور اس کے بعد عدالت تمام حالات کا جائزہ لینے کے بعد اس رقم میں کمی بیشی کا فیصلہ کرے۔ عدالت کو اس موقعہ پر کئی امور اپنے سامنے رکھنے ہونگے۔ مثلاً یہ کہ بنیادی قصور کس کا تھا۔ اس جوڑے کا اکٹھا عرصہ کتنا گزرا۔ کیونکہ جتنا عرصہ اکٹھا گزرا ہوگا اس تمام عرصے میں بیوی نے بلا معاوضہ شوہر کی خدمت کی ہوگی اور اب عورت کو نیا شوہر ملنے میں اتنی ہی زیادہ مشکل پیش آئے گی اور یہ کہ میاں بیوی کے ذاتی مالی حالات کیسے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

اس طریقہ میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ مرد کے لئے بھی ہمیشہ کا کوئی دردِ سر باقی نہیں رہتا اور عورت بھی پوری طور پر اپنی نئی زندگی شروع کر سکتی ہے چنانچہ یہ ضروری ہے کہ ہر مسلمان ریاست اس بارے میں فوری قانون سازی کرے۔ اس طرح ظلم کا راستہ بند ہو جائے گا اور معروف و احسان کا راستہ کھل جائے گا۔ تاہم جب تک حکومت ایسا نہیں کرتی تب تک سب لوگوں کو چاہیئے کہ وہ معاہدہ نکاح میں اس کو بطور شرط درج کریں۔

اگلا سوال یہ ہے کہ اگر ایک مرد اپنی بیوی کو تیسری مرتبہ بھی طلاق دے دے تو کیا پھر بھی کوئی ایسا راستہ موجود ہے جس سے یہ دونوں ایک دفعہ پھر میاں بیوی بن سکیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ایک صورت میں ایسا ممکن ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر عورت کسی اور مرد سے شادی کر لے۔ پھر اتفاقاً وہ دوسرا مرد بھی اس کو طلاق دے دے یا وہ فوت ہو جائے تو یہی عورت اپنے پچھلے شوہر سے ایک دفعہ پھر بھی شادی کر سکتی ہے۔ سورۃ بقرہ میں ارشاد ہے۔

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ۚ فَاِنْ

طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُقِيمَا حُدُوْدَ اللهِ
وَتِلكَ حُدُودَ اللهِ يُبَيِّنِهُمَا لِقَومٍ يَعْلَمُونَ۔

> ’’پھر اگر وہ مرد اس عورت کو آخری طلاق دے تو اس کے بعد عورت اس مرد کے لئے جائز نہیں ہے۔ حتٰی کی اس کا نکاح کسی دوسرے شخص سے ہو اور وہ بھی اس عورت کو طلاق دے دے۔ تب اگر پہلا شوہر اور یہ عورت خیال کریں کہ وہ حدود اللہ پر قائم رہیں گے تو ان کے لئے ایک دوسرے کی طرف رجوع کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں‘‘ (بقرہ -2، آیت-230)

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا دین خاندان کو اکٹھا رکھنے اور انہیں بار بار اکٹھا ہونے کا موقعہ دینے میں اتنا حساس ہے کہ وہ بار بار علیحدگی کے باوجود ایک راستہ کھلا چھوڑ دیتا ہے۔

اگلا سوال یہ ہے کہ آج کل جس چیز کو ’’حلالہ‘‘ بولتے ہیں، اس کا کیا مطلب ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ’’حلالہ‘‘ کے لفظ کا اصل دینی مفہوم تو وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا۔ لیکن آج کل حلالہ سے جو مطلب لیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص عام طور پر غصے کے عالم میں یا کسی بھی وجہ سے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دیتا ہے اور پھر پشیمان ہو جاتا ہے تو ایک سازش تیار کی جاتی ہے۔ وہ یہ کہ عورت کا نکاح جعلی طور پر کسی دوسرے فرد کے ساتھ کر دیا جاتا ہے۔ پھر وہ اس مرد کے ساتھ چند راتیں گزارتی ہے۔ اس کے بعد وہ مرد اسے طلاق دیتا ہے اور عدت کی مدت گزرنے کے بعد سابقہ خاوند اس عورت سے دوبارہ شادی کر لیتا ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ نکاح نہیں بلکہ ایک سازش اور فراڈ ہے۔ کیونکہ نکاح کی اصطلاح صرف اس ازواجی معاہدے کو کہتے ہیں جس میں مرد اور عورت، میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی بھر اکٹھے رہنے کا ارادہ رکھیں۔ جس رشتے میں یہ ارادہ نہ ہو وہ نکاح نہیں ہے بلکہ محض بدکاری ہے۔ اسی لئے ابن ماجہ کی ایک حدیث کے مطابق حضورؐ نے ایسے شخص کو ’’کرائے کے سانڈ‘‘ سے تشبیہ دی ہے۔ نیز ترمذی اور نسائی کی ایک روایت میں حضورؐ نے فرمایا: ’’تحلیل کرنے والے اور تحلیل کرانے والے دونوں پر اللہ نے لعنت کی ہے‘‘ ایسا حلالہ شرف انسانیت کے خلاف ایک سازش ہے۔ اس لئے آج کے حالات میں یہ لازم ہے کہ قانون کے ذریعے اس سازش کا سدباب کیا جائے۔

اگلا سوال یہ ہے کہ طلاق کی صورت میں بچوں کا کیا کیا جائے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس معاملے میں اگر مرد و عورت خود کسی نتیجہ پر پہنچ جائیں تو بہت بہتر ہے ورنہ عدالت حالات کے لحاظ سے